تفسیر سورہ النساء کے فقہی مباحث: عبدالرحمٰن کیلانی کی "تیسیر القرآن" کا مطالعہ

(Jurisprudential Deliberations in the Exegesis of Surah *al-Nisā'* from "*Taisīr al-Quran*" by *'Abd al-Raḥmān Kilānī*)

محمد عرفان*

ڈاکٹر جمیل اختر**

Abstract

This article studies jurisprudential discussions in the Exegesis of Surah *al-Nisā'* from "*Taisīr al-Quran*" by *'Abd al-Raḥmān Kilānī* (1923-1988), a Pakistani commentator of the Quran. It discusses the issues of permission for four marriages for men, rulings relating to the property of orphans, share of inheritance of women and children, rulings on inheritance of *Kalāla*, issue of inheritance of orphan grandson, witness of adultery, punishment of homosexuality, repentance, prohibition of marriage to stepmothers, rulings on breastfeeding, *Maharams*, prohibited relationships with *Sunnah*, rulings on concubines, prohibition of *Mut'ah* marriage, prohibition of Interest, lottery and Insurance, supremacy of men over women, prohibition of alcohol etc. From these discussions, it is clear that the commentator has tried to present the Islamic position on the relevant issues in a systematic manner by giving important information in the jurisprudential discussions and by understanding the relevant topics in a modern context.

Key Words: Jurisprudential discussions, "*Taisīr al-Quran*", Surah *al-Nisā'*, *'Abd al-Raḥmān Kilānī*

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

مفسرین کرام کے یہاں مختلف آیات کی تفسیر میں فقہی مباحث ملتے ہیں۔ان سطور میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (1923ء-1988ء)[1] کی تفسیر "تیسیر القرآن " کی سورۂ نسا کی تفسیر میں سے فقہی مباحث کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں جن نکات کے تحت بحث کی گئی ہے، ان میں چار شادیوں کی اجازت، حق مہر کے تعین، نادان کے حقوقِ ملکیت کی حد، یتیم کے مال سے متعلق احکام، عورتوں اور بچوں کا میراث میں حصہ، کلالہ کی میراث کے احکام، یتیم پوتے کی وراثت کامسئلہ، زنا کے گواہ، ہم جنس پرستی کی سزا، توبہ کی قبولیت کی شرائط، سوتیلی ماؤں سے نکاح کی حرمت، رضاعت سے متعلق احکام، محرم رشتے، سنت سے حرام ہونے والے رشتے، لونڈی کے احکام، نکاح متعہ کی حرمت، سود، لاٹری اور بیمہ کی حرمت شامل ہیں۔

چار شادیوں کی اجازت کا مسئلہ

سورہ النساء کی آیت 3 میں ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے حوالے سے لکھاہے کہ یتیم لڑکیوں کے نگرانوں کو ظلم سے منع کیا گیا ہے۔ حکم دیا گیاہے کہ اگر تم خوبصورت لڑکی کا اتنا مہر ادا کرسکو جتنا باہر سے مل سکتا ہے، تو تم پھر نکاح کر سکتے ہو ورنہ اور ان میں سے اپنی چار تک بیویاں کر سکتے ہو۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان میں برابری اور عدل کا لحاظ رکھو اگے اور اگر عدل نہ کر سکو تو پھر ایک بیوی پر صبر کرنا چاہیے یا پھر لونڈیوں پر جو تمھارے ملکیت میں ہوں۔[2] اس آیت سے بعض ناسمجھ افراد نے یہ سمجھا کہ اسلام میں زیادہ شادیوں کی کوئی حد ہی مقرر نہیں۔ قرآن میں جو دو دو تین تین، چار چار کے الفاظ آئے ہیں یہ بطور محاورہ زبان ہیں، یعنی دو دو کی بھی اجازت ہے، تین تین کی بھی اور چار چار کی بھی، اور اسی طرح پانچ پانچ اور چھ چھ کی بھی۔ یہ استدلال دو وجہ سے غلط ہے: ایک یہ کہ اگر اجازت عام ہی مقصود ہوتی تو صرف مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَاءِ کہہ دینا ہی کافی تھا، چار تک تعین کرنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی اور دوسرے یہ کہ سنت نے چار تک حد کی تعیین کر دی تو پھر اس کے بعد کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی دوسری بات کرے۔ جیسے کہ اوپر سیدنا عبداللہ بن عمر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب اسلام لائے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ آپ نے اس سے فرمایا: "ان میں سے کوئی سی چار پسند کرلو باقی چھوڑ دو۔[3] یہ لوگ تو وہ تھے جو زیادتی کی طرف گئے اور کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ عام اصول یہی ہے کہ صرف ایک عورت سے شادی کی جائے۔ ان کا استدلال یہ

---

[1] تفسیر مولانا عبدالرحمٰن کیلانی گوجرانوالہ کے ایک قصبہ کیلیاں سے تعلق رکھتے تھے۔ خطاطی وکتابت آبائی پیشہ تھا۔ تھوڑی دیر فوج میں ملازمت بھی کی لیکن جلد ہی مستعفی ہو فیروز سنز کے ساتھ بطور کاتب منسلک ہو گئے۔ تاج کمپنی کے ساتھ بھی کام کرتے رہے۔ تقریباً50 قرآن مجید کے نسخے تیار کرنے کی سعادت حاصل کی۔ 1980ء کے بعد جب فکر معاش کچھ آزاد ہوئے تو تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوئے اور گراں قدر تصنیفات کیں۔ عمر کے آخری حصہ میں تفسیر "تیسر القرآن" لی تکمیل کی۔

[2] مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، تفسیر تیسر القرآن (لاہور: مکتبہ دار السلام، 1437ھ)، 1: 346۔

[3] محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الرجل یسلم وعندہ اکثر من اربع نسوۃ، حدیث نمبر: 3563۔

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمھیں خدشہ ہو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے۔ پھر اسی سورۃ کی آیت نمبر 129 میں فرمایا کہ اگر تم چاہو بھی کہ اپنی بیویوں کے درمیان انصاف کرو تو تم ایسا نہ کر سکو گے۔ گویا آیت نمبر 3 میں تعدد ازواج کی جو مشروط اجازت دی گئی تھی وہ اس آیت کی رو سے اس کا حکم ختم کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اصل یہی ہے کہ بیوی ایک ہی ہونی چاہیے۔اصل میں اسی سورت کی آیت 129 میں آگے یوں مذکور ہے کہ ایک ہی کی طرف نہ جھک جانا اور جن باتوں کی طرف عدم انصاف کا اشارہ ہے، وہ یہ ہیں کہ مثلاً ایک بیوی جوان ہے دوسری بوڑھی ہے، یا ایک خوبصورت ہے اور دوسری بدصورت یا قبول صورت ہے، یا ایک کنواری ہے دوسری ثیب شوہر دیدہ ہے، یا ایک خوش مزاج ہے اور دوسری سخت اور بدمزاج ہے، یا ایک ذہین عقل مند ہے اور دوسری بالکل جاہل اور ناسمجھ ہے۔ اب یہ تو واضح بات ہے کہ محبت ایک جیسی نہیں ہو گی، ان باتوں کی وجہ سے خاوند کے لیے میلان یا عدم میلان کا سبب ضرور بن جاتی ہیں۔ اور یہ فطری امر ہے اسی قسم کی ناانصافی کا یہاں ذکر ہے۔ اور چونکہ اس قسم کے میلان یا عدم میلان میں انسان کا اپنا کچھ اختیار نہیں ہوتا لہٰذا ایسے امور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں۔ خاوند سے انصاف کا مطالبہ صرف ان باتوں میں ہے، جو اس کے اختیار میں ہیں۔ جیسے نان و نفقہ، اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اور شب بسری کے سلسلہ میں باری مقرر کرنا وغیرہ۔ کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیویوں میں سے سیدہ عائشہ سے زیادہ محبت تھی اور اس کی وجوہ یہ تھیں کہ آپ کنواری تھیں، نو عمر تھیں، ذہین و فطین تھیں اور خوش شکل تھیں۔ چنانچہ آپ یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے کہ 'یا اللہ ! جن باتوں میں مجھے اختیار ہے ان میں سب بیویوں سے میں یکساں سلوک کرتا ہوں اور جو باتیں میرے اختیار میں نہیں تو وہ مجھے معاف فرما دے۔

حق مہر کا تعین

حق مہر کے بارے بیان کرتے ہوئے سورہ نسا کی آیت 4 کے تحت بیان کیا ہے کہ یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ حق مہر کتنا ہونا چاہیے یا حق مہر کی کوئی مقدار متعین بھی ہے یا نہیں؟[4] ہم سیدہ عائشہ والی حدیث کے مطابق ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی ایک اوقیہ = ۴۰ درہم یا ۵۰۰ درہم والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ درہم چاندی کا ایک سکہ تھا۔ جس کا وزن ۲/۱۔۳ ماشہ چاندی تھا۔ اس حساب سے یہ ۵۰۰ x ۹/۲ x ۱/۱۲ = ۳۷۵/۲ = ۲/۱۔۱۸۷ تولے چاندی ہوئی اور اگر موجودہ حساب سے ۱۵۰ روپیہ فی تولہ فرض کیا جائے تو یہ آج کل =/۲۸۱۲۵ روپے پاکستانی بنتے ہیں۔ اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ ۲۰ درہم = ایک دینار۔ اور دینار ۲/۱۔ ۳ ماشہ سونے کا سکہ تھا۔ اس لحاظ سے یہ ۵۰۰/۲۰ = ۲۵ دینار ہوئے۔ جن کا وزن ۲۵ x ۲۴/۷ تولے بنتا ہے اور اگر ایک تولہ سونا کا نرخ ۴۵۰۰ روپے فی تولہ لگایا جائے تو یہ =/۳۲۸۱۲ روپے پاکستانی بنتے ہیں اور کم سے کم حق مہر کے متعلق بہت اہم حدیث ہے کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا مگر آپ خاموش رہے۔ اتنے میں ایک شخص پکار اٹھا: یا رسول اللہ ﷺ ! اگر آپ اس عورت سے

[4] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی مھور النسائی، 123۔

شادی نہیں چاہتے تو مجھ سے کر دیجیے ! آپ نے اس سے پوچھا تمھارے پاس مال حق مہر دینے کے لیے ہے ؟ وہ کہنے لگا صرف یہ چادر ہے، جو میں نے لپیٹ رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا : یہ چادر تم رکھو گے یا اسے دو گے۔ جاؤ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی ڈھونڈ لاؤ۔ وہ گیا لیکن اسے وہ بھی نہ ملی اور واپس آگیا، تو آپ نے اس سے پوچھا کہ کچھ قرآن یاد ہے؟ کہنے لگا ہاں ! فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا وہی سورتیں اس کو بطورِ حق مہر زبانی یاد کرا دینا۔ [5] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک لوہے کی انگوٹھی بھی حق مہر ہو سکتی ہے۔ اس حدیث سے بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ حق مہر کی کم از کم حد ربع دینار یا پانچ درہم ہے اور بعض یہ حد نصف دینار یا دس درہم قرار دیتے ہیں۔ ان تمام احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حق مہر خاوند کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہیے جس پر فریقین راضی اور مطمئن ہوں اور آج کل پاکستانی کرنسی کے حساب سے اس کا درمیانی سا معیار تیس ہزار روپے ہے۔ [6]

نادان کے حقوق ملکیت کی حد

آیت نمبر 5 کے تحت لکھتے ہیں کہ اس آیت میں نادان سے مراد صرف نادان یتیم ہی نہیں بلکہ کوئی بھی فرد ہو سکتا ہے مثلاً چھوٹا بھائی نادان ہے تو بڑا بھائی اسے اس کا مال نہ دے اور چھوٹا عقلمند اور بڑا نادان ہے تو چھوٹا بھائی اس کا مال اس کے تصرف میں نہ رکھے۔ وجہ یہ ہے کہ مال تو ذریعہ قیام زندگی ہے۔ اگر کسی نادان کے ہتھے چڑھ جائے گا تو وہ فضول، ناجائز یا گناہ کے کاموں میں ضائع کر دے گا۔ حقوق ملکیت جو کسی شخص کو اپنی املاک پر ہوتے ہیں اتنے غیر محدود نہیں کہ اگر وہ اس چیز کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا اہل نہ ہو تب بھی اس کے حقوق سلب نہ کیے جا سکیں۔ ایسی صورتوں میں اس نادان کا کوئی قریبی رشتہ دار یا حکومت اس کے مال پر تصرف رکھے گی۔ اس کی خوراک اور پوشاک اسے اس کے مال سے مہیا کی جائے اور جو بات اس سے کہی جائے اس کی بھلائی کو ملحوظ رکھ کر کہی جائے۔ سیدنا عمر فرمایا کرتے تھے کہ یتیموں کا مال تجارت پر لگایا کرو، ایسا نہ ہو کہ زکوۃ ہی ان کے مال کو کھا جائے۔ [7] اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ یتیموں کے مال بھی اگر حد نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر بھی زکوۃ لاگو ہو گی اور دوسری یہ کہ جہاں تک ممکن ہو یتیموں سے اور ان کے اموال سے خیر خواہی ضروری ہے۔ [8]

یتیم کو مال سے متعلق احکام

آیت نمبر 7 کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ گویا یتیموں کو ان کا مال واپس کرنے کے لیے دو شرطیں ہیں۔ بلوغت اور رشد۔ رشد ایک اہلیت ہے، جسے جاننے کے لیے گاہے بگاہے جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ آیا وہ کفایت شعار ہے یا نہیں

---

[5] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 355۔

[6] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 352 ۔

[7] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 352 ۔

[8] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 352 ۔

۔خرید و فروخت کیسے کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان شروط کے مفقود ہونے کی صورت میں اس کا حکم وہی ہوگا جو مذکورہ بالا آیت میں نادان کا بیان ہوا ہے۔ بلوغت کے لیے عمر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ گرم ممالک میں بچے جلد بالغ ہو جاتے ہیں جبکہ سرد ممالک میں دیر سے ہوتے ہیں۔ البتہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے کچھ ایسی نشانیاں ضرور ہوتی ہیں، جس سے ان کی بلوغت معلوم ہوتی ہے، مثلاً لڑکوں کو احتلام ہونا اور لڑکیوں کو حیض آنا اور بالخصوص چھاتیاں کا ابھرنا۔ پھر کچھ علامات ہر کسی میں یکساں پائی جاتی ہیں، جیسے عقل داڑھ کا آگنا، آواز کا نسبتاً بھاری ہونا جسے گھنڈی پھوٹنا بھی کہتے ہیں، اور بغلوں میں ، زیر ناف بال آگنا اور مردوں کے لیے داڑھی اور مونچھ کے بال آگنا ہے، البتہ اول الذکر زیادہ پکی علامات ہیں۔[9]

آیت نمبر 10 کے تحت یتیم کا مال کھانے کو گناہ کبیرہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ[10] محمد کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا: وہ کون سے ہیں؟ 'فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، جس جان کو قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل کرنا، سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ لڑائی میں پیٹھ پھیر جانا۔ اور پاکدامن بھولی بھالی مومن عورت پر تہمت لگانا۔ نیز آپ نے معراج کا واقعہ بیان کرنے کے دوران فرمایا کہ میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن کے لب اونٹوں جیسے تھے اور ایک فرشتہ ان کے لب کھول کر منہ میں آگ کے انگارے ڈالتا تو وہ ان کے نیچے سے نکل جاتے اور وہ درد کے مارے چیختے چلاتے۔ پھر فرشتہ اور انگارے ان کے منہ میں ڈال دیتا اور انہیں مسلسل یہ عذاب ہو رہا تھا۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں' جبریل نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے۔[11]

یتیم کا متولی اگر کوئی کھاتا پیتا شخص ہے، تو اسے یتیم کے مال میں سے حق الخدمت کے طور پر کچھ لینا قطعاً ناجائز ہے۔ ہاں اگر متولی تنگدست ہے تو مال کے تجارت پر لگانے اور حق المحنت کے طور پر ایسا واجبی سا خرچہ لے سکتا ہے جسے کوئی غیر جانبدار آدمی بھی واجبی قرار دے۔ نیز جو کچھ وہ حق الخدمت لے چوری چھپے نہ لے۔ بلکہ اعلانیہ متعین کرکے لے اور اس کا حساب رکھے۔ جب یتیم میں مندرجہ بالا دونوں شرطیں پائی جائیں تو اس کا مال اسے واپس کر دیا جائے اور اس پر دو گواہ بھی بنا لیے جائیں تاکہ بعد میں اگر کوئی جھگڑا نہ ہو اور تحریری صورت میں لکھ لینا زیادہ درست ہوگا۔

عورتوں اور بچوں کا میراث میں حصہ

سورہ نساء کی آیت نمبر 7 کی تفسیر کرتے کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو میراث سے حصہ دینے کی بجائے بذات عورت کو ہی ورثہ شمار کیا جاتا تھا۔ اس آیت کریمہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس ذلت اور ہتک آمیز رویہ سے نجات دلائی۔ اس آیت کریمہ سے کئی ایک مندرجہ ذیل احکام معلوم ہوتے ہیں: 1۔ میراث میں عورتوں کا حصہ

---

[9] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 356 ۔

[10] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 357 ۔

[11] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 366۔

2۔ورثہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، جائیداد خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، جیسے بھی ہو وہ ضرور تقسیم ہوگا۔ 3 ۔قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں کا حصہ نہیں ملے گا۔4۔ان قریبی رشتہ داروں کا حصہ بھی مقرر ہے جس کی تفصیل اسی سورۃ کی آیت نمبر 11 اور 12 نمبر میں آرہی ہے۔ [12]

آیت نمبر 9 کے تحت بیان کرتے ہیں کہ سیدنا جابر سے مروی ہے کہ سعد بن ربیع کی بیوی نے اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: ان بچیوں کا چاچا ان کو ان کا حق نہیں دے رہا۔ پھر میراث کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلایا اور فرمایا کہ ترکہ میں سے دو تہائی تو سعد کی بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو۔ باقی جو بچے یعنی 24 حصوں میں سے صرف 5 حصے وہ تمہارا ہے۔ [13]

کلالہ کی میراث کے احکام

آیت نمبر 12 کے تحت بیان کرتے ہیں کہ کَلالۃ وہ شخص ہے جس کے نہ والدین ہوں نہ دادا دادی، اور نہ اولاد اور نہ پوتے پوتیاں۔ خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت وہ کلالہ ہے۔ البتہ اس کے بہن بھائی ہو سکتے ہیں۔ بہن بھائی بھی تین قسم کے ہوتے ہیں: 1۔ عینی یا حقیقی یا سگے بھائی جن کے والدین ایک ہوں۔ 2۔علاتی یا سوتیلے بہن بھائی جن کی مائیں الگ الگ اور باپ ایک ہو۔ 3۔اخیافی یعنی ایسے سوتیلے بہن بھائی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں۔

اس آیت میں جن بہن بھائیوں کا ذکر ہے وہ بالاتفاق اخیافی یعنی ماں کی طرف سے بھائیوں کا ہے اور اسی سورۃ کی آیت نمبر 176 میں دوسرے بہن بھائیوں کا ذکر ہے اخیافی بہن بھائیوں کا حصہ ۱/۳ ہے۔ اگر ایک بھائی اور ایک بہن ہو تو ہر ایک کا ۱/۶ اور اگر بہن بھائی زیادہ ہوں تو بھی انہیں ۱/۳ سے زیادہ نہیں ملے گا۔ اور یہ ۱/۳ حصہ ان میں برابر تقسیم ہوگا۔ مرد کو عورت سے دگنا نہیں ملے گا۔ اور اگر صرف ایک ہی بھائی یا ایک ہی بہن ہو تو اسے ۱/۶ ملے گا۔ باقی پہلی صورت میں ۲/۳ اور دوسری صورت میں ۵/۶ بچ جائے گا۔ کلالہ باقی پورے حصہ کے متعلق وصیت کر سکتا ہے یا پھر یہ حصہ ذوی الارحام میں تقسیم ہوگا بشرطیکہ کوئی عصبہ نہ مل رہا ہو۔ [14]

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

آیت نمبر 14 کے تحت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں یتیموں سے خیر خواہی، ان کے حقوق کی نگہداشت کی بہت تفصیلی تاکید فرمائی۔ لیکن یہ ذکر نہیں فرمایا کہ یتیم پوتا بھی وراثت کا حق دار ہوتا ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود عبدالمطلب کی وفات کے وقت ان کے یتیم پوتے تھے، لیکن آپ کو وراثت سے حصہ نہیں ملا۔ نہ ہی اللہ نے اس کا کہیں ذکر فرمایا، حالانکہ اگر یتیم پوتے کو وراثت میں حصہ دلانا اللہ کو منظور ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے

---

[12] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 357 ۔

[13] الترمذی، سنن ترمذی، ابواب الفرائض، حدیث نمبر: 3456۔

[14] کیلانی، تفسیر تیسر القرآن، 1 : 366

متعلق بھی قرآن میں کوئی واضح حکم نازل فرمادیتے۔ اور ایسے حکم کا نازل نہ ہونا ہی اس بات کی قوی دلیل ہے۔ کہ یتیم پوتا اپنے چچا یا چچاؤں اور پھوپھیوں وغیرہ کی موجودگی میں وراثت کا حق دار نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے مرنے والے باپ کی وراثت کا ہی حق دار ہوتا ہے۔[15] وراثت صرف اسے ملتی ہے جو میت کی وفات کے وقت موجود ہو :۔ اب یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمارے بعض متجددین کے واویلا کی بنا پر ہماری حکومت پاکستان نے قانون وراثت میں یتیم پوتے کو بھی حصہ دار قرار دیا ہے۔ اور یہ بات عقلی اور نقلی دونوں طرح سے غلط ہے۔ عقلی لحاظ سے اس طرح کہ کسی درخت کے پھل کو اس درخت کے ذریعہ زمین سے غذا اسی وقت تک ملتی ہے، جب تک وہ درخت پر لگا رہے۔ اور جب درخت سے گر جائے تو اسے غذا نہیں مل سکتی۔ اور نقلی لحاظ سے اس طرح کہ تقسیم وراثت کے دو اصول ہیں، اور یہ دونوں کتاب اللہ سے مستنبط ہیں۔ پہلا یہ کہ وراثت میں حصہ صرف اس کو ملے گا، جو میت کی وفات کے وقت زندہ موجود ہو، اور جو میت کی زندگی میں مر چکا اس کا کوئی حصہ نہیں۔

زنا کے گواہ

آیت 15 کے تحت لکھا ہے کہ احکام وراثت کے بعد اب دوسری معاشرتی برائیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں سر فہرست زنا اور فحاشی ہے۔ زنا کے لیے گواہیوں کا نصاب چار مردوں کی گواہی ہے اور یہ سب عاقل، بالغ اور قابل اعتماد ہونے چاہئیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ دو مرد اور چار عورتیں گواہی دے دیں۔ کیونکہ عورت کی گواہی صرف مالی معاملات میں قابل قبول ہے، حدود میں نہیں۔ ایسے چار مسلمان، عاقل، بالغ اور قابل اعتماد اور معتبر آدمیوں کا اس طرح گواہی دینا کہ انھوں نے فلاں عورت کو بچشم خود دیکھا ہے، بظاہر بہت مشکل نظر آتا ہے۔ ان کڑی سزاؤں کے ساتھ چار گواہوں کا نصاب مقرر کرنے میں غالباً حکمت الٰہی یہ ہے کہ اگر کوئی ایک آدھ شخص کسی کو زنا کرتے دیکھ بھی لے تو اس برائی کو ظاہر کرنے یا پھیلانے کی ہر گز کوشش نہ کرے۔ زنا کے گواہ دراصل خود مجرم کی حیثیت سے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہیں اور اگر خدانخواستہ زنا کے گواہوں میں سے کسی ایک کی گواہی بھی نامکمل رہے یا مشکوک ہو جائے تو زانی بچ جائے گا اور گواہوں پر قذف کی حد پڑ جائے گی۔ اس لیے زنا کی گواہی کے لیے جانا اور گواہی دینا بذات خود بڑا خطرناک کام ہے۔[16]

ہم جنس پرستی کی سزا

آیت 16 کے تحت بیان کرتے ہیں کہ [17] اس آیت میں والذان کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی خواہ یہ زنا کرنے والے مرد اور عورت ہوں یا دونوں مرد ہوں اور لواطت کے مرتکب ہوں۔ اس لفظ میں دونوں صورتوں کی گنجائش ہے تو ایسے

[15] کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، 1 : 370 ۔

[16] کیلانی، تیسیر القرآن، 1 : 372 ۔

[17] کیلانی، تیسیر القرآن، 1 : 373 ۔

مردوں یا ایسے مرد اور عورت کی ابتدائی سزا یہ تھی کہ انھیں مار پیٹ کی جائے اور برا بھلا کہا جائے اور ذلیل کیا جائے۔ گویا زانی مرد اور عورت دونوں کے لیے تو یہ سزا تھی اور عورت کے لیے یہ سزا اضافی تھی کہ اسے تازیست گھر میں بند رکھا جائے۔ اور جس دوسری سزا کے تجویز کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا تھا اس سلسلے میں حدیث ہے کہ سیدنا عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ ایک روز آپ پر وحی نازل ہوئی اور جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: مجھ سے اللہ کا حکم سیکھ لو۔ اللہ نے ایسی عورتوں کے لیے سزا تجویز کر دی۔ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کریں تو انہیں سو کوڑے مارے جائیں۔ پھر رجم کیا جائے اور اگر کنوارہ مرد اور کنواری عورت زنا کریں تو ان کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔[18] بعض لوگوں نے والّٰتی سے مراد مرد اور عورت نہیں بلکہ دونوں عورتیں ہی لی ہیں، جو آپس میں چپٹی بازی کر کے جسے عربی میں سحق کہتے ہیں کام چلا لیتی ہیں۔ ایسی دونوں عورتوں کے لیے سزا حبس دوام ہے۔ یعنی گھر میں ہی ایسی عورتوں کی کڑی نگہداشت رکھی جائے۔ اور یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے، لیکن یہ مراد کچھ درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے جو سزا تجویز فرمائی وہ مرد اور عورت کے لیے سزا تھی، خواہ وہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ، ہر ایک کے لیے علیحدہ سزا مقرر ہوئی، جیسا کہ عبادہ بن صامت کی حدیث سے واضح ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اگر عورتیں ہی آپس میں چپٹی بازی کریں تو انھیں ان کے ولی ایسی سزا دے سکتے ہیں۔ اسی طرح والذّانِ سے مراد اغلام یا لواطت لی گئی ہے، یعنی ایسی بدفعلی جو دو مرد آپس میں کرتے ہیں، اور ان پر بھی حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور وہ تعزیر یہ ہے کہ انھیں جوتے مارے جائیں۔ لواطت کی حد کے بارے میں ترمذی، ابواب الحدود میں ابن عباس سے ایک روایت مرفوعاً مروی ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ پھر آئمہ ایسے جوڑے کے رجم کے قائل ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی سزا زانی جیسی ہے۔ اگر شادی شدہ ہے تو رجم ورنہ کوڑے پڑیں گے۔ زنا ہو یا اغلام یا چپٹی بازی ہو یا محض تہمت ہو۔ ان سب میں چار مردوں کی شہادت ضروری ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دعویٰ میں دو دو افراد ملوث ہوتے ہیں خواہ ایک مرد اور ایک عورت ہو یا دونوں عورتیں ہوں یا دونوں مرد ہوں۔

توبہ کی قبولیت کی شرائط

آیت 17 کے تحت کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کی قبولیت کے لیے دو باتوں کی قید لگا دی۔ ایک تو یہ کہ وہ گناہ از راہ نادانی، جہالت یا نادانستہ طور پر سرزد ہوا ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اس قصور وار کو بعد میں جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ اللہ کے حضور توبہ کرے اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہو یعنی گناہ بھی دانستہ طور پر اور اللہ کے احکام

---

[18] مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا، حدیث نمبر: 3354۔

پر دلیر ہو کر کیا گیا ہو یا گناہ تو نادانستہ واقع ہوا ہو مگر توبہ میں عمداً تاخیر کرتا جائے تو ایسی صورتوں میں توبہ کے قبول ہونے کا کوئی امکان نہیں۔[19]

سوتیلی ماؤں سے نکاح کی حرمت

آیت 22 کے تحت لکھا ہے کہ سوتیلی مائیں بھی ماؤں ہی کے مقام پر ہیں لہٰذا انہیں ورثہ کا مال سمجھنا اور زبردستی ان سے نکاح کرنا، ان کے ترکہ کے وارث بن بیٹھنا، یہ سب باتیں انتہائی شرمناک اور قابل مذمت ہیں۔ البتہ جو نکاح اس حکم کے آنے سے پہلے تک تم کر چکے ہو وہ کالعدم قرار نہیں دیئے جائیں گے، نہ ان سے پیدا شدہ اولاد حرامی تصور ہو گی۔ وراثت کے احکام بھی ان پر لاگو ہوں گے لیکن اس حکم کے بعد تم پر سوتیلی ماؤں سے نکاح کرنا حرام ہے۔[20]

رضاعت سے متعلق احکام

عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا۔ پھر ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ 'میں نے عقبہ اور اس کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے اسے کہا' میں تو نہیں سمجھتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے نہ ہی تو نے مجھے کبھی بتایا۔' پھر میں سوار ہو کر مدینہ آپ کے پاس پہنچا اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: 'اب یہ نکاح کیسے رہ سکتا ہے جبکہ ایسی بات کہی گئی ہے۔' چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا اور کسی دوسری سے نکاح کر لیا۔[21] سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا 'رضاعت وہی معتبر ہے جو کم سنی میں بھوک بند کرے'[22] سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ افلح ابو قعیس کا بھائی میرا رضاعی چچا تھا۔ وہ میرے ہاں آیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ یہ واقعہ پردہ کا حکم آنے کے بعد کا ہے۔ لہٰذا میں نے اسے اجازت نہ دی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ آئے تو میں نے آپ سے بیان کیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے اندر آنے کی اجازت دے دوں۔[23] سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک بار یا دو بار دودھ چوسنے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔'[24] سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ قرآن میں ایک آیت اتری تھی عشر رضعات معلومات یعنی دس بار دودھ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ پھر وہ منسوخ ہو گئی اور پانچ بار کا حکم باقی رہا اور یہی حکم آپ کی وفات تک رہا۔ اور اسی کے مطابق سیدہ عائشہ فتویٰ

---

[19] کیلانی، تیسر القرآن، ج1 : 373 ۔

[20] کیلانی، تیسیر القرآن،1: 376۔

[21] بخاری، کتاب العلم، باب: الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ، حدیث نمبر: 6543۔

[22] بخاری کتاب النکاح، باب: من قال لارضاع بعد حولین، حدیث نمبر: 532۔

[23] بخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل، حدیث نمبر: 345۔

[24] ترمذی، ابواب الرضاع، باب: لا تحرم المصۃ ولا المصتان، حدیث نمبر 9876۔

دیا کرتی تھیں۔[25] رہی رضاعت کی مدت جس کے اندر دودھ چوسنے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے تو وہ بموجب حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ دو سال تک ہے اور ابو حنیفہ رح کے سوا تمام فقہاء اسی کے قائل ہیں۔ البتہ امام ابو حنیفہ رح رضاعت کی مدت اڑھائی سال قرار دیتے ہیں۔ نیز ان کے نزدیک ایک دفعہ چوسنے یا ایک گھونٹ سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔[26]

محرم رشتے

آیت 23 کے تحت کہتے ہیں کہ سنت کی رو سے حرام رشتے :۔ قرآن میں صرف دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت مذکور ہے جبکہ حدیث میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی جمع کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ' پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔[27]

سنت سے حرام ہونے والے رشتے

آیت نمبر 23 کی رو سے ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے :1۔مائیں اور ان میں دادیاں نانیاں بھی شامل ہیں تا آخر 2۔ بیٹیاں، اور ان میں پوتیاں، نواسیاں بھی شامل ہیں تا آخر۔3۔ بہنیں۔ اور ان میں سگی، علاتی اور اخیافی بہنیں سب شامل ہیں۔4۔ پھوپھیاں۔5۔ خالائیں، خواہ یہ سگی ہوں یا اخیافی یا علاتی، سب حرام ہیں۔6۔ بھتیجیاں اور ان کی بیٹیاں 7۔ بھانجیاں اور ان کی بیٹیاں۔8۔ رضاعی مائیں۔ 9۔ رضاعی بہنیں۔ اور رضاعت کی رو سے وہ سب رشتے حرام ہیں جو نسب کی رو سے حرام ہیں۔10۔ ساس، اور سالیاں جب تک کہ ان کی بہن نکاح میں ہو۔ 11۔ بیٹیاں اور سوتیلی بیٹیاں۔12۔ بہو حقیقی بیٹے کی بیوہ سے نکاح حرام ہے۔13۔ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اس حکم کے بعد فوراً ایک کو طلاق دے دی جائے گی۔

لونڈی کے احکام

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے حنین کے دن ایک لشکر اوطاس کی طرف روانہ کیا۔[28] ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا، مسلمانوں نے فتح پائی اور بہت سے قیدی مال غنیمت میں آئے صحابہ کرام نے ان قیدی عورتوں سے صحبت کرنے کو گناہ سمجھا کہ ان کے مشرک شوہر زندہ تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر عدت کے بعد ان لونڈیوں کو حلال کر دیا۔[29] اس آیت اور مندرجہ بالا حدیث سے درج ذیل باتوں کا پتہ چلتا ہے:1۔ صرف اس قیدی عورت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے حکمران کی تقسیم کے مطابق فیصلہ ہوگا اس سے پہلے اگر کوئی شخص کسی عورت سے تمتع

---

[25] جامع ترمذی۔ ابواب الرضاع، باب: لا تحرم المصۃ ولا المصتان، حدیث نمبر :6978۔

[26] کیلانی، تیسیر القرآن،1: 377۔

[27] صحیح بخاری، کتاب النکاح، ب باب تحریم الجمع بین المراۃ و عمتھا، حدیث نمبر : 6543۔

[28] کیلانی، تیسر القرآن، ج1، ص379 ۔

[29] مسلم، کتاب الرضاع، باب: جواز وطی المسبیۃ، حدیث نمبر 5432:۔

کرے گا تو وہ دوگناہوں کا مارتکاب کرے گا۔ ایک زنا کا اور دوسرے مشترکہ اموال غنیمت کی تقسیم سے پہلے فائدہ اٹھانا ۔2۔امیر لشکر کا کسی عورت کو کسی کی ملکیت میں دینے کے بعد اس سے نکاح کی ضرورت نہیں رہتی۔ ملکیت میں دے دینا ہی کافی ہوگا اور اس کا سابقہ نکاح از خود ختم ہو جائے گا۔3۔ تقسیم کے بعد ایسی قیدی لونڈی سے فوری طور پر جسم بستری نہیں کیا جاسکتی۔ جب تک اسے کم از کم ایک حیض نہ ہو جائے۔اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس سے بیشتر اس سے جماع نہیں کیا جاسکتا۔ اور مزید احکام مندرجہ ذیل ہیں ایسی عورت سے صرف وہی شخص ہم بستری کر سکتا ہے جس کی ملکیت میں لونڈی ہو۔ 4۔اگر اس لونڈی سے اولاد پیدا ہو جائے تو پھر اسے فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ 5۔اگر ایسی قیدی عورت کو اس کا مالک کسی کے نکاح میں دے دے تو پھر وہ اس سے دوسری خدمات تو لے سکتا ہے لیکن صحبت نہیں کر سکتا۔ 6۔جب عورت سے مالک کی اولاد پیدا ہو جائے تو مالک کے مرنے کے بعد وہ از خود آزاد ہو جائے گی۔ شرعی اصطلاح میں ایسی عورت کو ام ولد کہتے ہیں۔ 7۔ اگر امیر لشکر یا حکومت ایک عورت کو کسی کی ملکیت میں دے دے تو پھر وہ خود بھی اس کو واپس لینے کی مجاز نہیں ہوتی۔ الا یہ کہ اس تقسیم میں کوئی ناانصافی کی بات واقع ہو جس کا علم بعد میں ہو۔ اس طرح چند در چند شرائط عائد کر کے اسلام نے ایسی عورتوں سے تمتع کی پاکیزہ ترین صورت پیش کر دی ہے، جس میں سابقہ اور موجودہ دور کی فحاشی، وحشت اور بربریت کو حرام قرار دے کر اس کا خاتمہ کیا گیا ہے اور تمتع کے بعد اس کے نتائج کی پوری ذمہ داری مالک پر ڈالی گئی ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ 'جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اس کی تعلیم و تربیت کرے اسے ادب سکھائے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔[30] ان سب باتوں کے باوجود یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ لونڈیوں سے تمتع ایک رخصت ہے حکم نہیں ہے اور یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے ایسی اجازت دے دی ہے کیونکہ جہاد اور اس میں عورتوں کی گرفتاری ایسی چیز ہے، جس سے مفر نہیں اور ایسا بھی عین ممکن ہے کہ جنگ کے بعد قیدیوں کے تبادلہ یا اور کوئی باعزت حل نہ نکل سکے اسی لیے اللہ نے سے کلیتاً حرام قرار نہیں دیا۔

نکاح متعہ کی حرمت

1۔ طلب سے مراد ایجاب و قبول ہے۔ 2۔ یہ نکاح مستقلاً ہو۔ محض شہوت رانی کے مقصد سے نہ ہو۔ اس سے نکاح متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کرنا جائز نہیں ہے۔3۔ حق مہر مقرر کرنا اور ادا کرنا مگر اس صورت میں کہ بیوی اپنی مرضی سے یہ م حق ہری مکمل یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دے اسی طرح مرد مقررہ حق مہر سے زیادہ بھی دے سکتا ہے۔ 4۔اعلان نکاح۔ جیسا کہ اگلی آیت میں وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ سے واضح ہے اور سنت سے اس کی صراحت مذکور ہے۔ یعنی نکاح کے وقت کم از کم دو گواہ موجود ہونے چاہئیں۔ واضح رہے کہ شیعہ حضرات اس آیت اور بعض صحیح احادیث سے نکاح متعہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ لہٰذا نکاح متعہ کے جواز یا حرمت کی تحقیق ضروری ہے۔ اس

[30] صحیح بخاری، کتاب العتق، باب فضل من ادب جاریتہ و علمھا، حدیث نمبر: 6323۔

آیت سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ بعض روایات میں وارد ہے کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ کے آگے اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی کے الفاظ بھی موجود تھے، جو بعد میں منسوخ ہوگئے مگر ابن عباس اس کے نسخ کے قائل نہیں۔ نکاح متعہ ایک اضطراری رخصت تھی۔ دور نبوی میں نکاح متعہ تین مواقع پر جائز کیا گیا اور پھر ساسی وقت جب ضرورت ختم ہو گی نکاح متعہ حرام کر دیا گیا۔ یہ جنگ خیبر، فتح مکہ اور اوطاس اور جنگ تبوک ہیں۔ ان مواقع پر ابتداء نکاح متعہ کی اجازت دی جاتی تھی اور جنگ کے اختتام پر نکاح متعہ اکی حرمت کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ گویا یہ مجبوری اور وقتی اجازت اور رخصت تھی۔ اور صرف ان مجاہدین اور اللہ کی راہ پر جو گھروں سے دور ہوتے تھے، ان کو دی جاتی تھی جو محاذ جنگ پر موجود ہوتے تھے اور اسی وقت کے لیے ہوتی تھی۔ اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جنگ بدر، احد اور جنگ خندق کے مواقع پر ایسی اجازت نہیں دی گئی۔

سود، لاٹری اور بیمہ کی حرمت

آیت 29 کے تحت لکھاہے کہ [31] باطل طریقے کون کون سے ہیں؟ باطل طریقوں سے مراد ہر وہ ذریعہ آمدنی ہے جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہو۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً: 1۔ ہر وہ کام جس سے دوسرے کا مالی نقصان ہو جیسے چوری، ڈاکہ، غصب، غبن وغیرہ۔ 2۔ سود اور اس کی تمام شکلیں، خواہ یہ سود مفرد ہو، مرکب ہو، ڈسکاؤنٹ ہو، مارک اپ اور مارک ڈاؤن ہو یا خواہ یہ ذاتی قرضے کا سود ہو اور خواہ یہ ربا النسیئہ مدت کے عوض سود ہو یا ربا الفضل ایک ہی جنس میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ ہو۔ 3۔ ہر ایسا کام جس میں تھوڑی سی محنت سے کثیر مال ہاتھ آتا ہو۔ جیسے جوا، لاٹری اور سٹہ بازی وغیرہ اور بعض حالتوں میں بیمہ پالیسی۔ 4۔ اندھے سودے یا قسمت کے سودے جن میں صرف ایک ہی عوض مقرر ہوتا ہے دوسرا نہیں ہوتا۔ عوضین یہ ہے کہ مثلاً ایک کتاب کی قیمت سو روپے ہے تو کتاب کا عوض سو روپے اور سو روپے کا عوض کتاب جیسے غوطہ خور سے ایک غوطہ کی قیمت مقرر کرنا، بیع ملامسہ، منابذہ۔ بچوں کے کھیل کہ جس چیز پر بچے کا نشانہ لگے وہ اتنی قیمت میں اس کی۔ 5۔ ہر وہ لین دین جس میں کسی ایک فریق کا فائدہ یقینی ہو دوسرے کو خواہ فائدہ ہو یا نقصان جیسے سود اور ایسے تمام سودے اور معاملات جن میں یہ شرط پائی جاتی ہو۔ 6۔ ایسے سودے جو محض تخمینہ سے طے کیے جائیں اور ان میں دھوکہ کا احتمال موجود ہو جیسے کسی ڈھیر کا بالمقطع سودا کرنا یا مال خرید کر قبضہ کیے بغیر آگے چلا دینا یا غیر موجود مال کا سودا کرنا اور باغات وغیرہ کے پیشگی سودے ان میں بیع سلم اور بیع عرایا کی رخصت ہے جو چھوٹے پیمانہ پر ہوتی ہے اور غریبوں کی سہولت کے لیے جائز کی گئی ہے۔ 7۔ وہ بیع جس میں مشتری دھوکہ دینے کی کوشش کرے مثلاً عیب چھپانا، جانور کا دودھ روک کر بیچنا، ناپ تول میں کمی بیشی کر جانا، دوسرے کو پھنسانے کے لیے بولی چڑھانا وغیرہ۔ 8۔ جو اشیاء حرام ہیں ان کی خرید و فروخت جیسے شراب کی سوداگری یا ان اشیاء کی جو شراب خانے میں استعمال ہوتی ہیں، مردار کا گوشت، تصویریں اور مجسمے، فحاشی پر مشتمل کتابیں اور تصویریں، کسی حرام کاروبار کے لیے

---

[31] کیلانی، تیسر القرآن، 1: 386۔

دکان یا مکان کرایہ پر دینا، کاہن کی کمائی، فاحشہ کی کمائی، کتے کی قیمت وغیرہ۔9۔حکومت کے ذریعہ دوسروں کے مال بٹورنا مثلاً لین دین کے جھوٹے مقدمات اور رشوت وغیرہ یا حکومت کا لوگوں کی زمین پر قبضہ کرکے ان کو اپنی مرضی کے مطابق لین دین پر مجبور کرنا۔ جیسے حکومت کے محکمہ ہائے ایل ڈی اے، کے ڈی اے وغیرہ دوسرے لوگوں کی زمینیں ان کی رضامندی کے بغیر حاصل AQUIRE کرلیتے ہیں۔10۔کتاب اللہ میں تحریف وتاویل اور غلط فتووں سے مال بٹورنا اور یہ کام بالخصوص علماء سے مختص ہے۔اب اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمایے :

سیدنا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ ' بائع اور مشتری صرف اسی حال میں جدا ہوں کہ وہ ایک دوسرے سے راضی ہوں۔[32]

آپ نے فرمایا' بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سودے کو پورا کرنے یا فسخ کرنے کا اس وقت تک اختیار رکھتے ہیں جب تک وہ جدا نہ ہوں سوائے بیع خیار کے 'جس میں معین مدت کے اندر سودا فسخ کرنے کی شرط ہوتی ہے۔[33]

ابوامامہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مار لیتا ہے اللہ اس کے لیے دوزخ واجب کردیتا ہے اور جنت اس کے لیے حرام ہوجاتی ہے۔' کسی نے آپ سے پوچھا اگرچہ یہ حق تلفی بالکل معمولی قسم کی ہو؟فرمایا' اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔[34]

سیدنا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' اللہ عزوجل چار قسم کے آدمیوں سے دشمنی رکھتا ہے۔ ایک وہ جو قسمیں کھا کر سودا بازی کرتا ہو، دوسرے محتاج جو اکڑ باز ہو۔ تیسرے بوڑھے زانی سے اور چوتھے ظلم کرنے والے حاکم سے۔[35]

مرد کی قوامیت

آیت 34 کے تحت لکھا ہے کہ[36] مرد قوام کس لحاظ سے ہیں؟ قوام کا معنیٰ سرپرست، سربراہ اور منتظم ہے۔یعنی ایسا شخص جو کسی دوسرے کی تمام تر معاشی اور معاشرتی ذمہ داریاں پوری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ پھر مردوں کے قوام ہونے کی اللہ تعالیٰ نے دو وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ مرد اپنی جسمانی ساخت کے لحاظ سے عورتوں سے مضبوط ہوتے ہیں مشقت کے کام جتنا مرد کرسکتے ہیں عورتیں نہیں کرسکتیں۔ پھر ذمہ داریوں کو نباہنے کی صلاحیت بھی مردوں میں عورتوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو کچھ کارہائے نمایاں مردوں نے

---

[32] ترمذی، ابواب البیوع، باب: البیعان بالخیار مالم یتفرقا، حدیث نمبر: 345۔

[33] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب: البیعان بالخیار مالم یتفرقا، حدیث نمبر: 654۔

[34] مسلم بحوالہ فقہ السنہ،2: 149۔

[35] نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب: الفقیر المحتال، حدیث نمبر: 568۔

[36] تفسیر تیسر القرآن،1: 397۔

سرانجام دیے ہیں عورتیں اس کے عشر عشیر کو بھی نہ پہنچ سکیں اور یہ کارنامے خواہ زندگی کے کسی بھی پہلو اور تاریخ کے کسی بھی دور سے تعلق رکھتے ہوں۔ لہٰذا گھر کی چھوٹی سی ریاست کا سربراہ یا قوام بھی مرد ہی کو ہونا چاہیے اور مردوں کے قوام ہونے کی دوسری وجہ یہ بتائی کہ وہ اپنے اہل خانہ کے تمام تر معاشی اخراجات کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور بنائے گئے ہیں اور اس کی بھی اصل وجہ وہی ہے جو پہلی وجہ میں مذکور ہوئی کہ مرد محنت شاقہ کرکے جو کچھ کمائی کرسکتے ہیں وہ عورتیں نہیں کرسکتیں۔ لہٰذا امور خانہ داری کا سربراہ تو عورت کو بنایا گیا اور پورے گھر کی اندرونی اور بیرونی ذمہ داریوں کا سربراہ مرد کو۔ یہی وجہ ہے کہ طلاق اور رجوع کا حق بھی مرد کو دیا گیا ہے۔[37]

زوجین میں ثالثی کا حکم

آیت نمبر 35 کے تحت کہتے ہیں کہ [38] اور اگر میاں بیوی کے تعلقات سنورنے میں نہ آرہے ہوں اور ان میں سے ہر کوئی دوسرے پر الزام تھوپ رہا ہو تو طلاق سے پہلے فریقین اپنے اپنے خاندان میں سے ثالث منتخب کریں جو پوری صورت حال کو سمجھ کر نیک نیتی سے اصلاح کی کوشش کریں۔ یہ ثالث طرفین کی طرف سے ایک ایک آدمی بھی ہوسکتا ہے دو دو بھی اور تین تین بھی۔ جو بات بھی میاں بیوی دونوں کو تسلیم ہو اختیار کی جاسکتی ہے۔ یہاں دونوں سے مراد میاں بیوی بھی ہوسکتے ہیں اور طرفین کے ثالث حضرات بھی۔ یعنی اگر ان کی نیت بخیر ہوگی تو اللہ تعالیٰ زوجین میں ضرور موافقت کی راہ نکال دے گا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ثالث سمجھوتہ کرانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو فہوالمراد۔ اور اگر وہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ تفریق کے بغیر اب کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ تو کیا وہ یہ اختیار بھی رکھتے ہیں یعنی مرد سے طلاق دلوانے کا یا خلع کا یا نہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ ثالثی پنچ یہ اختیار بھی رکھتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک طرح کی عدالت ہی ہوتی ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ایسے اختیارات صرف عدالت کو ہیں اور یہ پنچ عدالت کے سامنے اپنی سفارشات پیش کرسکتا ہے۔ عدالت یہ اختیار خود بھی استعمال کرسکتی ہے اور وہ یہ اختیار اس ثالثی پنچ کو بھی تفویض کرسکتی ہے اور چاہے تو اپنی طرف سے علیحدہ پنچ مقرر کرکے اسے یہ اختیار دے سکتی ہے۔ جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں یونین کونسلوں کو ایسے اختیارات تفویض کیے گئے ہیں۔

شراب کی حرمت، طہارت کے احکام اور احکامِ شریعت پر عمل میں سہولت

آیت 43 کے تحت شراب کی بتدریج حرمت اور طہارت کے احکام بیان کرتے ہیں [39] کہ یہ آیت حرمت شراب کے تدریجی احکام کی دوسری کڑی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 219 ہے جس میں فقط یہ بتایا گیا کہ شراب اور جوئے میں گو کچھ فائدے بھی ہیں تاہم ان کے نقصانات ان کے فوائد سے زیادہ ہیں۔ چند محتاط

---

[37] صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب: حفظ المرأۃ زوجھا فی ذات یدہ، حدیث نمبر: 128۔

[38] کیلانی، تیسر القرآن، 1: 398۔

[39] کیلانی، تیسر القرآن، 1: 407۔

صحابہ کرام نے اسی وقت سے شراب چھوڑ دی تھی۔ پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کے شان نزول کے متعلق درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمایے :

سیدنا علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے ہمارے لیے کھانا بنایا، دعوت دی اور ہمیں شراب پلائی۔ شراب نے ہمیں مدہوش کردیا، اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ انھوں نے مجھے امام بنایا۔ میں نے پڑھا قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْن تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[40] پھر اس کے بعد سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۹۰ تا ۹۱ کی رو سے شراب کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔ اس میں لفظ خمر شراب کے بجائے سکر نشہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے از خود یہ معلوم ہوگیا کہ شراب کی طرح ہر نشہ آور چیز حرام ہوتی ہے جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ چونکہ نشہ کی حالت بھی نیند کی غشی کی طرح ایک طرح کی غشی ہی ہوتی ہے لہٰذا انسان کو یہ معلوم رہنا مشکل ہے کہ آیا اس کا وضو بھی بحال ہے یا ٹوٹ چکا ہے۔ غالباً اسی نسبت سے اس آیت میں آگے طہارت کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔

نماز کے لیے طہارت فرض ہے لہٰذا عام حالت میں تو وضو کرنے سے یہ طہارت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جنبی آدمی کے لیے نماز سے پہلے غسل فرض ہے۔ خواہ یہ جنابت احتلام کی وجہ سے ہو یا صحبت کی وجہ سے۔ اس آیت میں بتایا یہ جارہا ہے کہ اگر کسی کو وضو کے لیے یا جنبی کو غسل کے لیے پانی میسر نہ آئے یا کوئی ایسا بیمار ہو جسے پانی کے استعمال سے نقصان پہنچتا ہو تو ان صورتوں میں وہ تیمّم کر سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ ' جب آپ غسل جنابت کرنا چاہتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر دونوں ہاتھوں میں تین چلو لے کر اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے۔[41] فرض غسل ہو تو تیمّم کرنا ہی کافی ہے جیسا کہ حدیث رسول ہے۔[42] سیدنا عمرو بن عاص ایک ٹھنڈی رات میں جنبی ہوگئے تو تیمّم کرلیا اور یہ آیت پڑھی : وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا پھر آپ سے یہ ذکر کیا گیا تو آپ نے انہیں کچھ ملامت نہیں کی۔[43] اس آیت سے معلوم ہوا کہ تیمّم کی مندرجہ ذیل چار صورتوں میں رخصت ہے : 1۔ انسان سفر میں ہو اور اسے پانی نہ مل رہا ہو۔ سفر کی قید محض اس لیے ہے کہ عموماً سفر میں پانی ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر حضر میں بھی پانی نہ مل رہا ہو تو بھی تیمّم کی رخصت ہے۔ 2۔ وضو کرنے والا بیمار ہو تو وضو کرنے سے یا نہانے سے اسے اپنی جان کا یہ مرض بڑھنے کا خطرہ ہو۔ 3۔ حدث اصغر یعنی پاخانہ، پیشاب اور ہوا یا مذی

---

[40] کیلانی، تیسر القرآن، 1: 407۔

[41] بخاری، کتاب الغسل۔ باب الوضو قبل الغسل۔

[42] بخاری کتاب التیمم، باب ھل ینفخ فی یدیہ۔

[43] بخاری، کتاب التیمم باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض والموت۔

خارج ہونے پر وضو کرنا واجب ہے اگر وضو کے لیے پانی نہ ملے تو تیمّم کی رخصت ہے۔ 4۔ حدث اکبر یعنی احتلام یا جماع کے بعد غسل کرنا واجب ہے لیکن اگر پانی نہیں ملتا تو تیمّم کی رخصت ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں 'الصلٰوۃ' سے مراد نماز کے علاوہ مسجد بھی لی ہے۔ اور 'عابری سبیل' کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ اگر جنبی شخص کو مسجد میں سے گزرنے کے بغیر کوئی راستہ ہی نہ ہو تو وہ مسجد سے گزر سکتا ہے۔ مگر نماز کے لیے یا کسی دوسرے کام کے لیے مسجد میں رک نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں سویا ہوا تھا اور اسے احتلام ہوگیا تو بیدار ہونے پر وہ مسجد میں رکے نہیں بلکہ وہاں سے نکل جائے۔ اس سلسلے میں وہ واقعہ بھی مد نظر رکھنا چاہیے جسے ابو داؤد نے تیمّم کے باب میں سیدنا جابر سے روایت کیا ہے۔ سیدنا جابر کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر پر نکلے۔ اثنائے سفر ہمارے ایک ساتھی کو سر پر ایک پتھر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہوگیا۔ اسی دوران اسے احتلام ہوگیا تو وہ اپنے ساتھیوں سے پوچھنے لگا کیا تمہارے خیال میں تیمّم کی رخصت سے فائدہ اٹھاسکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہو جبکہ پانی موجود ہے۔ چنانچہ اس نے غسل کیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئے تو آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا 'اللہ انہیں غارت کرے ان لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ جب انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو انھوں نے کیوں نہ پوچھ لیا؟ جہالت کی درماندگی کا علاج تو پوچھ لینا ہی ہوتا ہے۔ اسے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس پر مسح کرلیتا اور باقی جسم کو دھولیتا۔

خلاصۂ بحث

مفسرین کرام کے یہاں مختلف آیات کی تفسیر میں فقہی مباحث ملتے ہیں۔ اس مضمون میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی "تیسیر القرآن" کی سورۂ نسا کی تفسیر میں سے فقہی مباحث کا جو مطالعہ پیش کیا گیا ہے، اس میں چار شادیوں کی اجازت، حق مہر کے تعین، نادان کے حقوقِ ملکیت کی حد، یتیم کے مال سے متعلق احکام، عورتوں اور بچوں کا میراث میں حصہ، کلالہ کی میراث کے احکام، یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ، زنا کے گواہ، ہم جنس پرستی کی سزا، توبہ کی قبولیت کی شرائط، سوتیلی ماؤں سے نکاح کی حرمت، رضاعت سے متعلق احکام، محرم رشتے، سنت سے حرام ہونے والے رشتے، لونڈی کے احکام، نکاح متعہ کی حرمت، سود، لاٹری اور بیمہ کی حرمت، مرد کی قوامیت، زوجین میں ثالثی کا حکم، شراب کی حرمت، طہارت سے متعلق احکام اور احکامِ شریعت پر عمل میں سہولت، ایسے اہم مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔ زیرِ نظر تفسیر کے ان مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسر نے فقہی مباحث میں اہم معلومات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ متعلقہ موضوعات کو جدید تناظر میں سمجھ کر اس پر اسلامی پوزیشن کو منظّم و مرتب انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔